حد

# امام بخاری اور امام مسلم کے مابین کفارۃ المجلس کے متعلق تعلیلی حکایت کی تضعیف کا تحقیقی جائزہ


ابوالمحبوب سید انور شاہ راشدی

مجلس التحقیق والتصنیف

للمکتبۃ العالیۃ العلمیۃ ، پیر آف جھنڈہ،


بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذی ہدانا لہذا وماکنا لنہتدی لولاأن ہداناالله

امابعد۔ :

ابونصر احمد بن محمد الوراق کہتے ہیں: :سَمِعْتُ أَبَا حَامِدٍ أَحْمَدَ بْنَ حَمْدُونَ الْقَصَّارَ يَقُولُ: سَمِعْتُ مُسْلِمَ بْنَ الْحَجَّاجِ: "وَجَاءَ إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيِّ، فَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَقَالَ: دَعْنِي حَتَّى أُقَبِّلَ رِجْلَيْكَ يَا أَسْتَاذَ الأُسْتَاذِينَ، وَسَيِّدَ الْمُحَدِّثِينَ، وَطَبِيبَ الْحَدِيثِ فِي عِلَلِهِ،،، الخ۔

رسالہ السنہ: کے شایع شدہ خاص نمبر شمارہ (۷۳ تا ۸۷، نومبر ۲۰۱۴ تا اپریل ۲۰۱۵ء) میں تبرک کے موضوع پر ایک صاحب نے اپنے مقالہ میں امام بخاری و مسلم کی اس حکایت کو امام حاکم کے شیخ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، چنانچہ اس حکایت کو تاریخ دمشق اور التقیید لابن نقطۃ سے مختصرا بیان کرتے ہوئے کہا گیا: اسکی سند ضعیف ہے، کیونکہ ابونصر احمد بن حسن بن احمد بن حمویہ، وراق کے حالات زندگی نہیں مل سکے، اسکی ایک دوسری سند تاریخ بغداد: ۳/ ۱۰۲، ۱۰۳) اور تاریخ دمشق (۵۲/ ۶۸) آئی ہے، وہ بھی ضعیف ہے، اسکے راوی ابونصر احمد بن حسن بن احمد بن حمویہ، وراق کی توثیق نہیں مل سکی (۲۵۴)

**أولا**: موصوف نے مذکورہ حکایت کا تمام مصادر میں دو اسانید کے ساتھ مروی ہونے کا دعوی کیا ہے، جبکہ یہ حکایت ایک ہی سند سے مروی ہے، (۱) اور انکے وہم کی غالبا وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے ابونصر احمد بن حسن بن احمد بن حمویہ، وراق، اور ابونصر احمد بن حسن بن احمد وراق کو دو الگ الگ

---

(۱) اس سے مراد ابوحامد احمد بن حمدون القصار کی سند ہے، جس کے طریق کو مقالہ نگار نے دو سندوں سے مروی ہونا سمجھ لیا ہے، جبکہ قصار کا ایک ہی طریق ہے، دو نہیں، البتہ یہ حکایت قصا کے طریق کے علاوہ دوسرے طریق سے مروی ہے، جسے امام خلیلی نے ،،الارشاد،، میں روایت کیا ہے، کما سیأتی۔

شخصیات سمجھ لیا ہے،جس کی دلیل یہ ہے کہ اول الذکر نام( تاریخ دمشق ،التقیید ) میں احمد کے پردادا احمویہ کا ذکر ہے، جبکہ مابعد والے میں اسکا ذکر نہیں، اسی لیے اول کے لیے کہا کہ حالات زندگی نہیں مل سکے، جبکہ مؤخرالذکر نام کے متعلق کہا کہ توثیق نہیں مل سکی، یعنی اسکا ترجمہ تو انہیں ملا ہے، لیکن توثیق نہیں ملی۔حالانکہ یہ ایک ہی راوی ہے،دو نہیں۔

**ثانیا:** اول نام کے متعلق موصوف کے کلام میں واضح صراحت ہے کہ انہیں اس راوی کا سرے سے ترجمہ ہی نہیں مل سکا، جبکہ مؤخرالذکر کا انہیں ترجمہ تو ملا ہے، لیکن کسی محدث سے اسکی توثیق نہیں مل سکی (اس سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ انکے نزدیک یہ دو الگ الگ راوی ہیں )اب مجھے نہیں معلوم کہ جس کے ترجمہ پر وہ مطلع ہوئے ہیں، اسکا ترجمہ کہاں ہے، اورکس نام سے ہے، معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اسکے نام میں بھی غلطی لگی ہے، اس لیے کہ راوی کا درست نام: ابونصر احمد بن حسین (مصغر) بن محمد بن حمویہ ہے، نا کہ،،،، حسن بن احمد،،(مکبر )اور احمد کے دادا کا نام احمد نہیں۔ بلکہ محمد ہے، اس اعتبار سے گویا انہیں یہاں بھی غلطی لگ گئی ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

**ثالثا:** راوی کا درست اور مکمل نام اس طرح ہے :احمد بن الحسین بن محمد بن حسکویہ

،ابونصر، الوراق، المؤذن النیسابوری، یہ راوی، امام ابن خزیمہ، امام سراج، احمد بن حمدون ابو حامد القصار، احمد بن محمد الماسرجسی وغیرہم سے روایت کرتا ہے، اور اسکے تلامذہ میں امام حاکم اور ابوسعد الکنجر وذی وغیرہما کا نام ملتا ہے، اس راوی کا ترجمہ مختصر تاریخ نیسابور: )للخلیفۃ

السیر :۱۶/ ۴۴۴)تاریخ الاسلام: ۲۷/۲۷)للذہبی میں موجود ہے،آپکی وفات سنہ ۳۸۱ھ ماہ شعبانؐ میں ہوئی،

رہا معاملہ توثیق کا،تو امام ذہبی،،السیر ،،میں اسے شیخ،اور،،التاریخ الکبیر،،میں: کان کثیر الحدیث،،سے یاد کرتے ہیں،امام ذہبی کا اسے،،،کثیر الحدیث،،،سے متصف کرنا اس بات پر دلالتؐ کرتا ہے کہ وہ اسے جانتے اور اسکی معرفت رکھتے ہیں،کثرت حدیث کے ساتھ متصف کرنے کے باوجود اس پر جرح ونقد نہ کرنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ اسکی بیان کردہ روایات انہیں مستقیم اور درست معلوم ہوئیں،اگر عدم استقامت پاتے تو ضرور اسکی وضاحت کرتے،لیکن بالفرض اگر اس سے تشفی نہ ہو تو اسکی بھی ہم مزید وضاحت کئے دیتے ہیں،تاکہ تشنگی باقی نہ رہے۔

واضح ہو کہ زیر بحث حکایت اصول حدیث کی کتب،مثلا:معرفۃ علوم الحدیث: ۹ ۷ ۳) للحاکم،معرفۃ انواع الحدیث: )لابن الصلاح،التقیید والایضاح:۹۷)للعراقی،اورالنکت (۲/۷۱۷)وغیرہ میں بھی مذکور ہے،امام ابن حجر نے اس حکایت کی تصحیح کی ہے،اور یہ اضح ہے کہ تصحیح وتحسین رواۃ کی توثیق کو مستلزم ہے،لہذا اس اعتبار سے ابونصر الوراق راوی ثقہ وصدوق ہوجاتا ہے،آپ اپنے شیخ امام عراقی پر تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:قلت:الحکایۃ صحیحۃ من غیر نکارۃ،،،،،وقد رأیت ان أسوق لفظ هذه الحكاية من الطريق التى ذكرها الحاكم وضعفها الشيخ ثم أسوقها من الطريق الاخرى الصحيحة التى لا مطعن فيها ولا نكارة۔اھ

دیکھیں!ابن حجر واضح الفاظ میں اس حکایت کی تصحیح کرتے ہوئے اسکی سند میں موجود تمام رواۃ کی توثیق کررہے ہیں،لہذا یہ راوی اب مجہول الحال ومستور نہ رہا، بلکہ ثقہ یا کم ازکم صدوق کے درجہ میں داخل ہوجاتا ہے،وھوالمطلوب۔

اس حکایت کی تصحیح میں امام عراق نے بھی تشکیک کا اظہار کیا ہے،لیکن انہوں نے بھی اسکا وجہ ضعف اس راوی کونہیں، بلکہ ابونصر کے شیخ اور امام مسلم سے روایت کرنے والے احمد بن حمدون القصار کوقرار دیا ہے،بہتر ہے کہ امام عراقی کے اس اعتراض اورشبہ کوذکر کرکے اسکا جواب دیا جائے،تاکہ کسی قسم کی تشنگی باقی نہ رہے،امام عراقی اس حکایت کوذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: والغالب علی الظن عدم صحتها ،وأنا أتهم بها أحمد بن حمدون حمدون القصار راويها عن مسلم فقد تكلم فيه۔اھ

دیکھیں!امام عراقی اس حکایت میں قصوروار احمد بن حمدون القصار کوباور کراتے ہوئے اسے ہی متہم قرار دے رہے ہیں،نہ کہ ابونصر کو،گویا انکے نزدیک یہ راوی قابل اعتماد وقابل حجت ہے،ورنہ وہ ضرور اس پرحرف گیری کرتے،لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انکے اس اتہام کی اصل وجہ کیا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ احمد بن حمدوں کومتہم قرار سے رہے ہیں،تومناسب معلوم ہوتا ہے پہلے اس ساری صورتحال اور تفصیل کوبیان کردیا جائے،تاکہ معاملہ کی نوعیت صحیح طور معلوم ہوسکے،اسکے بعد پھر امام عراقی کے اتہام واعتراض کا جواب دیتے ہیں،ان شاءاللہ العزیز۔

امام حاکم ،،،معرفۃ علوم الحدیث،،،میں علل الحدیث کی أجناس کے تذکرہ میں جنس اول کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں: مِثَالُهُ مَا حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ

الصَّغَانِيُّ قَالَ: ثنا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ, عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ, عَنْ أَبِيهِ, عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ, عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ, قَالَ: »مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا كَثُرَ فِيهِ لَغَطُهُ, فَقَالَ قَبْلَ أَنْ يَقُومَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ, لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا كَانَ فِي مَجْلِسِهِ ذَلِكَ« قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: هَذَا حَدِيثٌ مَنْ تَأَمَّلَهُ لَمْ يَشُكَّ أَنَّهُ مِنْ شَرْطِ الصَّحِيحِ, وَلَهُ عِلَّةٌ فَاحِشَةٌ حَدَّثَنِي أَبُو نَصْرٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَرَّاقُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَامِدٍ أَحْمَدَ بْنَ حَمْدُونَ الْقَصَّارَ يَقُولُ: سَمِعْتُ مُسْلِمَ بْنَ الْحَجَّاجِ: "وَجَاءَ إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيِّ, فَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ, وَقَالَ: دَعْنِي حَتَّى أُقَبِّلَ رِجْلَيْكَ يَا أُسْتَاذَ الْأُسْتَاذِينَ, وَسَيِّدَ الْمُحَدِّثِينَ, وَطَبِيبَ الْحَدِيثِ فِي عِلَلِهِ حَدَّثَكَ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ: ثَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ الْحَرَّانِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ, عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ, عَنْ سُهَيْلٍ, عَنْ أَبِيهِ, عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ, عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كَفَّارَةِ الْمَجْلِسِ فَمَا عِلَّتُهُ؟, قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: هَذَا حَدِيثٌ مَلِيحٌ وَلَا أَعْلَمُ فِي الدُّنْيَا فِي هَذَا الْبَابِ غَيْرَ هَذَا الْحَدِيثِ, إِلَّا أَنَّهُ مَعْلُولٌ" حَدَّثَنَا بِهِ مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ: ثَنَا سُهَيْلٌ, عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ, قَوْلَهُ, قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: هَذَا أَوْلَى فَإِنَّهُ لَا يُذْكَرُ لِمُوسَى بْنِ عُقْبَةَ سَمَاعًا مِنْ سُهَيْلٍ۔[ ]

امام حاکم ،،،حدیث کفارۃ المجلس ،،،کو مذکورہ سند کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد یہ پوری حکایت نقل کرتے ہیں، جس میں امام بخاری ،،،حدیث کفارۃ المجلس ،،،کو یہ کہتے ہوئے معلول قرار دیتے ہیں : هَذَا حَدِيثٌ مَلِيحٌ وَلَا أَعْلَمُ فِي الدُّنْيَا فِي هَذَا الْبَابِ غَيْرَ هَذَا الْحَدِيثِ, إِلَّا أَنَّهُ مَعْلُولٌ" حَدَّثَنَا بِهِ مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ: ثَنَا سُهَيْلٌ, عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ, قَوْلَهُ,

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: هَذَا أَوْلَى فَإِنَّهُ لَا يُذْكَرُ لِمُوسَى بْنِ عُقْبَةَ سَمَاعًا مِنْ سُهَيْلٍ۔
کہ میں دنیا میں اس حدیث کے علاوہ اس باب میں کوئی حدیث نہیں جانتا، اور یہ حدیث بھی معلول ہے، اس کے بعد اس میں موجود علت کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ درأصل یہ روایت عون بن عبداللہ پر موقف ہے، اور یہ انہی کا ہی قول ہے، اور یہی بات راجح ہے، کیونکہ موسی بن عقبہ کا سہیل سے سماع معلوم نہیں،

(اس حدیث کے متعلق باقی أئمہ کے اقوال)

امام احمد اس حدیث کو وہم قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: حديث ابن جريج عن موسى بن عقبة وهم ،، کہتے ہیں: والصحيح قول وهيب عن سهيل عن عون بن عبداللہ ،، آگے فرماتے ہیں:
وأخشى ان يكون ابن جريج دلسه على موسى بن عقبة اخذه عن بعض الضعفاء عنه۔

امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں: وسألتُ أَبِي وَأَبَا زُرْعَةَ عَنْ حديثٍ رواه ابن جُرَيج عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبة، عَنْ سُهَيْل بْن أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النبيِّ (صلى الله عليه وسلم) قَالَ: مَنْ جلَسَ فِي مَجْلِسٍ كَثُرَ فِيهِ لَغَطُهُ ثُمَّ قَالَ قَبْلَ أَنْ يَقُومَ : سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ... ، الحديث؟.
فقَالا: هَذَا خطأٌ؛ رَوَاهُ وُهَيب ، عَنْ سُهَيْل، عَنْ عَوْن بن عبد الله، مَوْقُوفٌ. وَهَذَا أصحُّ.
قلتُ لأَبِي: الوَهَمُ ممَّن هو؟قَالَ: يَحتمل أَنْ يكونَ الوَهَمُ مِنِ ابْنِ جُرَيج، ويَحتملُ أَنْ يكونَ مِنْ سُهَيْل، وَأَخْشَى أَنْ يكونَ ابْنُ جُرَيج دَلَّس هَذَا الحديثَ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَة، وَلَمْ يَسْمَعْهُ مِنْ مُوسَى؛ أخذَه مِنْ بعضِ الضِّعَفاءِ
وسمعتُ أَبِي مَرَّةً أُخْرَى يقُولُ: لا أَعْلَمُ رَوى هَذَا الحديثَ عَنْ سُهَيْلٍ أَحَدً إلا مَا يَرْوِيهِ ابْنُ جُرَيجٍ، عَنْ

مُوسَى بْنِ عُقْبَة، وَلَمْ يذكرِ ابْنُ جُرَيج فِيهِ الخبرَ ، فَأَخْشَى أَنْ يكونَ أَخَذَهُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي يَحْيَى ؛ إِذْ لَمْ يَرْوِهِ أَصْحَابُ [سُهَيل] ، -

امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد اور، امام ابوزرعۃ رازی، سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو دونوں نے کہا کہ یہ درست نہیں ہے، وہیب نے اسے عون بن عبداللہ سے موقوفا بیان کیا ہے، اور یہی (بات) زیادہ صحیح ہے، میں نے اپنے والد سے کہا کہ یہ وہم کس سے ہوا ہے، تو کہا کہ ہوسکتا ہے یہ وہم ابن جریج سے ہو، اور یہ وہم سہیل سے بھی ہوسکتا ہے، (بلکہ) مجھے ڈر ہے کہ ابن جریج اس حدیث میں کسی ضعیف راوی کو گرا کر موسی بن عقبہ سے تدلیس کرتے ہوئے روایت نہ کررہا ہو، اور دوسری مرتبہ کہا کہ: میں نہیں جانتا کہ سہیل سے موسی بن عقبہ کے طریق سے اس حدیث کو ابن جریج کے علاوہ کوئی روایت کرتا ہو، ابن جریج نے اپنی اس حدیث میں سماع کی تصریح نہیں کی، مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس نے یہ حدیث ابراہیم بن ابی یحیی (متروک راوی) سے نہ سن رکھی ہو، کیونکہ سہیل کے باقی اصحاب اسے (سہیل عن أبیہ عن ابی ہریرۃ ؓ کے طریق سے) روایت نہیں کرتے
(العلل: ۱۹۵/۱۹۶، رقم: ۲۰۷۹)

دیکھیں! مذکورہ تمام أئمہ اس طریق کو معلول قرار دے رہے ہیں کہ یہ حدیث وہم ہے، لیکن انکے مابین اس کی تعلیل میں اختلاف واقعہ ہوگیا ہے کہ اس وہم کی وجہ کون اور کیا ہے، امام احمد کو ابن جریج میں شک ہے کہ اسنے تدلیس نہ کی ہو، امام ابوحاتم نے دو آراء دی ہیں، ایک یہی ابن جرج کی تدلیس کی، دوسری یہ کہ یہ وہم خود سہیل ہی سے نہ ہوگیا ہو، ابن حجر نے اس پر یہ وجہ بتائی ہے کہ اصل میں سہیل کسی وجہ سے بعض احادیث بھول گئے تھے، اور اسی وجہ سے امام ابوحاتم اسکے متعلق کہتے ہیں:

یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ ) امام ابوزرعہ نے بغیر کسی تعیین کے مطلق وہم کا کہا ہے،امام دارقطنی ،امام احمد کی وہم ابن جریج والی رائے کونقل کرنے کے بعد ( والقول قول احمد کہہ کر ) اسے ہی راجح قرار دیا ہے،

گویا مجموعی طور اس روایت کو معلول بتانے کے لیے پانچ آراء سامنے آئی ہیں:

(۱) تدلیس ابن جریج علی الشک :امام احمد،امام ابوحاتم

(۲) وہم ابن جریج علی الشک ،امام احمد

(۳) وہم ابن جریج ، بالجزم :امام دارقطنی

(۴) وہم سہیل :امام ابوحاتم علی الشک

(۵) وہم موسی بن عقبہ اور عدم سماعہ :امام بخاری

**تنبیہ**: امام ابن حجر محدثین سے مذکورہ اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:قلت: فاتفق هؤلاء الأئمة على أن هذه الرواية وهم، ولكن لم يجزم احد منهم بوجه الوهم فيه، بل اتفقوا على تجويز أن يكون ابن جريج دلسه، وزاد أبو حاتم تجويز أن يكون الوهم فيه من سهيل.

کہ ان تمام أئمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ روایت وہم ہے،لیکن ان میں سے کسی نے بھی بالجزم کوئی وجہ متعین نہیں کی ،البتہ ابن جریج کی تدلیس کے ہونے پر سب کا اتفاق ہے،اور امام ابوحاتم نے مزید سہیل سے بھی وہم ہونے کی بات کہی ہے،(النکت :۲/ ۷۲۴)

عرض ہے کہ ابن حجر کا یہ کہنا کہ: (ان میں سے کسی نے بھی بالجزم کوئی وجہ متعین نہیں کی )تو امام دارقطنی نے بالجزم ابن جریج کے وہم کا کہا ہے،اور انکا یہ کہنا کہ: (ابن جریج کی تدلیس کے

جائز ہونے پر سب کا اتفاق ہے )تو امام بخاری نے سرے سے اسکی تدلیس کا نہیں کہا ہے،کما مر۔

محترم قائین !امام ابن حجر کہتے ہیں کہ اس روایت میں نہ ابن جریج کی تدلیس ہے( کیونکہ ابن جریج کئی ایک مقامات پر سماع کی تصریح کر رکھی ہے،جیسا کہ آگے انکی وضاحت کی جائیگی،)

ابن جریج سے حسب ذیل جماعت سماع کی تصریح بیان کرتی ہے،

ھلال بن العلاء( معجم ابن جمیع )

زعفرانی ( أمالی الضبی )

الحسین بن الحسن المروزی ( زیادات البر والصلة )

سفیان واحمد بن زیاد الرقی ( المعجم الأوسط)للطبرانی

أبو بشر الرقی ( شرح معانی الآثار )للطحاوی

أبو صفوان عبداللہ بن سعید بن عبدالملک ( فوائد سمویہ )

سعید بن سالم ( فوائد الدسکری

سفیان ( ثوری یا ابن عیینہ )

ابن حجر ان طرق کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ان طرق سے ابن جریج کی تدلیس کا جو ڈر تھا وہ زائل ہو گیا، کہ جن میں وہ موسی سے تصریح بالسماع کر رہے ہیں،

ابن حجر کا فیصلہ! آپ کے نزدیک اس حدیث کا مرکزی راوی سہیل ہے،اس سے وہیب اور موسی بن عقبۃ دونوں یہ روایت کرتے ہیں، وہیب کا طریق اس طرح ہے،امام بخاری کہتے ہیں :

حدثنا موسی بن اسماعیل ثناوہیب ،ثناسہیل عن عون بن عبداللہ ،،الخ

موسی بن عقبۃ کا طریق اس طرح ہے: قال ابن جریج ،عن موسی بن عقبۃ،عن سہیل بن ابی صالح ،عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اول طریق میں وہیب، سہیل سے اس حدیث کو موقوفا بیان کررہے ہیں، جبکہ دوسرے طریق میں موسی، سہیل سے مرفوعا بیان کررہے ہیں، تو ابن حجر، امام بخاری کی مذکورہ تعلیل کو برقرار رکھتے ہوئے یہ رائے دیتے ہیں کہ: فإذا اختلف عليه ثقتان في إسناد واحد أحدهما أعرف بحديثه وهو وهيب من الآخر - وهو موسى بن عقبة - قوي الظن بترجيح رواية وهيب، لاحتمال أن يكون عند تحديثه لموسى بن عقبة لم يستحضره كما ينبغي وسلك فيه الجادة فقال: عن أبيه، عن أبي هريرة - رضي الله عنه -كما هي العادة في أكثر أحاديثه، ولهذا قال البخاري في تعليله "لا نعلم لموسى سماعا من سهيل".(يعني) أنه إذا كان غير معروف بالأخذ عنه ووقعت عنه رواية واحدة خالفه فيها من هو أعرف بحديثه وأكثر له ملازمة رجحت روايته على تلك الرواية المنفردة،

کہ جب دو ثقہ رواۃ ایک سند میں اختلاف کر بیٹھیں، اوران میں سے ایک راوی (اوروہ وہیب ہے) دوسرے (اوروہ موسی ہے) سے اس سے حدیث بیان کرنے میں زیادہ معروف ہو تو وہیب کی روایت کو (موسی کی روایت پر) ترجیح کا گمان زیادہ ہوجائیگا، اس احتمال کی وجہ سے کہ ممکن ہے کہ وہ (سہیل) اپنی حدیث کو موسی بن عقبہ سے حدیث بیان کرتے وقت کما حقہ اسکا استحضار نہیں کرسکے ہیں، اوراس میں جادہ والا طرز اختیار کرتے ہوئے کہدیا: عن ابیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ

عنہ،،،جیسا کہ اکثر احادیث میں اسکی یہی عادت ہے،یہی وجہ ہے کہ امام بخاری اس حدیث کو معلول قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:((ہم موسی کا سہیل سے سماع نہیں جانتے))

یعنی جب (موسی،سہیل سے روایت کرنے میں غیر معروف ہے،اوراس سے صرف (یہی )ایک روایت مروی ہے،جس میں بھی وہ اس (راوی) کی مخالفت کررہاہے جو اس (اپنے شیخ) سے حدیث روایت کرنے میں زیادہ معروف اور تعلق وملازمت زیادہ طویل ہے،تو اس (وہیب) کی روایت کو اس (موسی) کی منفرد روایت پر ترجیح حاصل رہیگی (۲/۲۲۶)

ابن حجر کے اس کلام میں وہیب کے طریق کو ترجیح دینے کے لئے دو باتیں ہیں:

۱ وہیب،سہیل سے کثرت روایت اور طویل ملازمت میں معروف ہے،اس لیے اس قسم کے راوی کی روایت کو اس راوی کی روایت پر ترجیح رہتی ہے جو راوی،مروی عنہ سے قلت روایت میں معروف ہو،اور اسکی مجالست بھی طویل نہ ہو،لیکن یہاں تو راوی کی مروی عنہ سے اصلا اس ایک روایت کے علاوہ کوئی دوسری روایت ہی ثابت نہیں،ملازمت یا قلت روایات تو دور کی بات!

۲ جو اسکی ایک روایت مروی ہے،اس میں بھی اس (موسی) کی سہیل سے سماع کی تصریح نہیں ہے،گویا ہوسکتا ہے اس نے واسطہ گرا کر سہیل سے روایت کردیا ہو،اس طرح سند میں یہ انقطاع بھی ہوجاتا ہے،تو ابن حجر کے نزدیک وہیب کے طریق کو موسی کے طریق پر ترجیح ہونے کے دو قرینے ہیں،کہ جن کی وجہ سے اسے ترجیح دیتے ہوئے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ یہاں اس حدیث کا اصل سبب ضعف وہی ہے جسے امام بخاری نے اختیار کیا ہے،کیونکہ اوپر جتنے بھی اعتراضات پیش کیے گئے ہیں،حقیقت

میں ان سب کے جوابات موجود ہیں، کما مر۔لیکن امام بخاری نے جو تعلیل ذکر کی ہے وہ واقعتا حقائق کے موافق ہے۔

**تنبیہ ۱** : یہاں النکت میں ابن حجر وہیب اور موسی بن عقبہ کے مابین موازنہ کررہے ہیں، جبکہ فتح الباری میں وہیب اور ابن جریج کے مابین مقابلہ کیا ہے، جو کہ انکا یہ محض وہم ہے، انکے الفاظ ہیں: لِأَن هَذَا الْإِسْنَاد وَهُوَ بن جريج عَن مُوسَى بن عقبَة عَن سُهَيْل لَا يُوجد الا فِي هَذَا الْمَتْن وَلِهَذَا قَالَ البُخَارِيّ لَا أعلم لمُوسَى سَمَاعا من سُهَيْل يَعْنِي انه إِذا لم يكن مَعْرُوفا بِالْأَخْذِ عَنهُ وَجَاءَت عَنهُ رِوَايَة خَالف راويها وَهُوَ بن جريج من هُوَ أَكثر مُلَازمَة لمُوسَى بن عقبَة مِنْهُ رجحت رِوَايَة الملازم فَهَذَا يُوجبهُ تَعْلِيل البُخَارِيّ۔

لہذا یہ نوٹ فرما لیا جائے، اور درست وہی ہے جو النکت میں ہے، یعنی یہ موازنہ اور مقابلہ وہیب اور موسی بن عقبۃ کے مابین ہے، نہ کہ وہیب اور ابن جریج کے،

**خلاصہ کلام یہ ہوا کہ**: اس ساری صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہاں امام بخاری کی تعلیل ہی راجح ہے، باقی جن أئمہ نے تضعیف میں اختلاف کیا ہے، وہ انکا اپنا ذاتی اجتہاد ہے جو ظاہر ہے انہوں نے ظاہر کو دیکھ کر ہی یہ فیصلہ دیا ہے، اور اختلاف کی صورت میں جس کی دلیل قوی اور مضبوط ہوگی اسے ہی ترجیح دی جائیگی، اور یہاں دلائل وقرائن کے لحاظ سے امام بخاری کی تعلیل ہی راجح ہے اور ابن حجر بھی اسی طرف ہی گئے ہیں، واللہ أعلم بالصواب۔

**تنبیہ ۲**: امام بخاری سے حدیث کے تعلیلی انداز میں روایات کا آپس میں اختلاف

پایا جاتا ہے،

**پہلا** : وقف کے اعتبار سے تعلیل، امام بخاری کی التاریخ الکبیر[۱۰۶/۳] التاریخ الصغیر[ص:۱۵۶] معرفۃ علوم الحدیث[ص:۳۸۲] للحاکم ،تاریخ بغداد[۱۰۳/۱۳]،ترجمۃ امام مسلم طریق:ابوبکر المنکدری،عن الحاکم ،،] الدعوات الکبیر والمدخل للبیہقی ، میں امام بخاری نے اس حدیث میں تعلیلی انداز یہ اختیار فرمایا کہ اس روایت کو عون بن عبداللہ پر موقوف قرار دیا ہے،امام بخاری کے الفاظ ہیں:حدثنابہ موسی بن اسماعیل ،حدثنا وہیب ،حدثنا سہیل ،عن عون بن عبداللہ قولہ،قال محمدبن اسماعیل : ھذاأولی،فانہ لانذکر لموسی بن عقبۃ سماعا من سہیل۔

**دوسرا** : ارسال کے اعتبار سے تعلیل، تاریخ بغداد[۲۸/۲]،ترجمۃ الامام البخاری ،طریق:ابوحازم العبدوی عن الحسن بن احمد الزنجوی عن احمد بن حمدون الحافظ ] الارشاد[۲۵۹/۲ تا ۲۶۱ للخلیلی ،طریق:ابومحمد الحسن بن احمد بن محمد المخلدی،عن ابی حامد الاعمشی ]،تاریخ دمشق[۸۶/۱۵] لابن عساکر،من طریق الخطیب،المذکورۃ فی ترجمۃ البخاری،السنن الأبین [ ۱۴۰ ] لابن رشید(من طریق الخلیلی )اور طبقات الشافعیۃ للسبکی ( نقلاعن الحاکم ) میں اس روایت کو امام بخاری عون بن عبداللہ پر موقوف نہیں ، بلکہ اس سے مرسل بتاتے ہیں،آپ فرماتے ہیں:
ناموسی بن اسماعیل :ناوہیب : ناموسی بن عقبۃ ،عن عون ببن عبداللہ ،قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:کفارۃ المجلس۔

**تیسرا** : تاریخ دمشق [۱۵/ ۸۵،۸۶] لابن عساکر،من طریق البیہقی ،طبقات الشافعیۃ للسبکی ،من طریق البیہقی ایضا، میں امام بخاری کے الفاظ ہیں: قال البخاری: حدثنا بہ موسی بن اسماعیل،حدثنا وہیب،حدثنا سہیل،عن عون بن عبداللہ قولہ،قال محمد بن اسماعیل:ھذا أولی،لانذکر لموسی بن عقبۃ مسندا عن سہیل۔

**چوتھا**: عون بن عبداللہ،اور سہیل والے طرق میں رواۃ کا اختلاف ،

پہلے نمبر میں عون بن عبداللہ پر موقوف (۱) ہے،دوسرے نمبر میں عون سے ارسال ہے،تیسرے نمبر میں، پہلے عون پر موقوف بتایا، پھر فرمایا کہ: موسی بن عقبۃ کے لیے سہیل سے مسند نہیں جانتے ،یعنی سہیل سے مرسلا مروی ہے،مسندا یعنی اللہ کے رسول ﷺ سے متصل سند سے (مرفوعا) مروی نہیں،اوراسی طرح اول نمبر کے برعکس امام بخاری کی اس میں عدم سماع والی تعلیل کے بجائے اسکی جگہ غیرمرفوع کا ذکر ہے،

محقق معرفۃ علوم الحدیث [۳۸۲] للحاکم شیخ احمد فارس السلوم اور ان سے قبل امام ابن رشیداور

---

(۱) معروف اصطلاح میں یہ مقطوع ہے،یعنی کسی حکایت کو صحابیؓ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا جائے۔

حافظ ابن ناصر الدین دمشقی نے بھی اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے،اور میرے ناقص علم کی حد تک ابن ناصر الدین دمشقی اور ابن رشید سے قبل اس اختلاف کی طرف کسی ایک بھی محدث وامام نے توجہ نہیں دی ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

**چوتھا نمبر** : اول نمبر والے مصادر میں وہیب، سہیل کے واسطے سے عون سے روایت کرتے ہیں، جبکہ دوسرے نمبر والے مصادر اور اسی طرح مستدرک حاکم، اور النکت (۲/۷۲۰) نقلا عن الارشاد للخلیلی،، میں وہیب، موسی بن عقبۃ کے واسطے سے عون سے روایت کرتے ہیں، اور یہ واضح اختلاف ہے اور وہم ہے، تعجب کہ امام حاکم، محدث ابن رشید، ابن ناصر الدین دمشقی، کی طرح ابن حجر بھی اس اختلاف سے لاعلم رہے، فسبحان ربی من لا یضل ولا ینسی۔

راجح قول میں عون بن عبداللہ والا طریق اس طرح ہے: ناموسی بن اسماعیل :ناوہیب : ناسہیل،عن عون ببن عبداللہ، اور سہیل والا طریق جو مرفوع ہے، اس طرح ہے: اابْنُ جُرَيْجٍ،عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ،عَنْ سُهَيْلٍ،عَنْ أَبِيهِ،عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یعنی عون والے طریق میں موسی بن عقبہ کا ذکر محض ایک وہم ہے، موسی بن عقبہ، عون والے طریق سے روایت نہیں کرتے، بلکہ وہ سہیل سے مرفوعا روایت کرتے ہیں،

النکت کی تحقیق میں شیخ ربیع نے بھی ابن حجر کے الارشاد، للخلیلی،، سے نقل کردہ حکایت میں

حاشیہ میں تعلیق لگاتے ہوئے اس پر تنبیہ بھی کی ہے،فرماتے ہیں: کذا عن موسی بن عقبۃ،ولعلہ عن سہیل،کما تقدم،وکما ہوالمشہور ،یعنی وہیب، سہیل عن عون سے روایت کرتے ہیں،نہ کہ موسی بن عقبہ ،سہیل سے عون والا طریق بیان کرتے ہیں۔

**خلاصہ کلام یہ ہوا کہ** : وہیب،اورموسی بن عقبہ،دونوں سہیل کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں موسی، سہیل سے مرفوعا،جبکہ وہیب، سہیل سے عون پر موقوفا روایت کرتے ہیں، وہیب والا طریق: موسی بن اسماعیل،عن وہیب،عن سہیل عن عون سے مروی ہے،اور موسی بن عقبہ والا طریق: ابن جریج عن موسی بن عقبۃ عن سہیل عن أبیہ عن أبی ہریرۃ مرفوعا مروی ہے،وہم والے طریق سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہیب ایک دفعہ موسی بن عقبۃ عن سہیل سے بواسطہ عن عون سے روایت کرتے ہیں،جبکہ دوسری دفعہ موسی بن عقبہ کے واسطے کے بغیر سہیل عن عون سے ڈائریکٹ روایت کرتے ہیں،جو کہ امام بخاری کی تعلیل کے بلکل منافی ومخالف ہے،کمالا یخفی۔

## (ان تعلیلی روایات کے مابین اختلاف میں تطبیق وترجیح کی وضاحت)

محدث ابن رشید اس اختلاف پر کہتے ہیں :وَوَقع أَيْضا هُنَا خلاف آخر من حَيْثُ جعله هُنَا مَوْقُوفا على عون وَجعله فِيمَا قدمْنَاهُ مُرْسلا فَهَذِهِ زِيَادَة عِلّة فِي الحَدِيث وَلَعَلَّ البُخَارِيّ رَوَاهُ من طَرِيق وهيب تَارَة عَن سُهَيْل عَن عون مَوْقُوفا وَأُخْرَى عَن مُوسَى بن عقبَة عَن عون مُرْسلا وَرِوَايَة وهيب عَن مُوسَى بن عقبَة مَعْرُوفَة فِي الْجُمْلَة،

**مفہوم:** کہ امام بخاری اس روایت کو معلول بتاتے ہوئے پہلے اسے عون پر موقوف قرار دیا، پھر اسکا مرسل ہونا بتایا، اور یہ (اسکا مرسل ہونا) روایت میں مزید علت کا باعث ہے، ممکن ہے امام بخاری اسے ایک دفعہ وہیب عن سہیل عن عون کے طریق سے اسے (عون پر) موقوفا روایت کیا ہو، اور دوسری دفعہ وہیب عن موسی بن عقبۃ عن عون کے طریق سے اسے (عون سے)، مرسلا روایت کیا ہو، لیکن عام طور یہ روایت وہیب عن موسی بن عقبۃ کے طریق سے معروف ہے۔

امام صاحب کے اس کلام میں نظر ہے، چونکہ یہ ایک ہی مجلس کا واقعہ ہے، اس لیے اسے ایک دفعہ موقوف اور دوسری دفعہ مرسل ہونے کی تعلیل کا نہیں کہا جا سکتا، اور امام ابن رشید اس واقعہ کو دو دفعہ واقع ہونے پر محمول کر رہے ہیں، کہ ایک دفعہ (امام بخاری نے اسے) موقوف کہا، اور دوسری دفعہ مرسل، لیکن چونکہ مخرج ایک ہے، لہذا یہ ایک ہی واقعہ اور مجلس ہے، اور یہ اختلاف محض بعد والے روات کا ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی ایک دفعہ ہی تعلیل بتائی ہے، یا تو روایت کا وقف ہوگا، یا ارسال، دونوں تعلیلیں نہیں ہو سکتیں، رہا انکا وہیب عن موسی بن عقبۃ کے طریق سے مروی روایت کو معروف قرار دینا تو اس میں بھی نظر ہے، کیونکہ معروف روایت تو وہیب عن سہیل عن عون کے طریق سے موقوفا ہی ہے، جیسا کہ اول نمبر میں ذکر کردہ مصادر سے ظاہر ہوتا ہے، کہ امام بخاری کی اپنی کتب التاریخ الکبیر، التاریخ الصغیر، میں بھی وہیب عن سہیل کے طریق سے موقوفا ہی بیان ہوئی ہے، اور اسی طرح معرفۃ علوم الحدیث للحاکم، وغیرہ میں بھی یہی روایت مروی ہے، لہذا اس تناظر میں ابن رشید کی اس رائے میں نظر ہے،

امام ابن ناصر الدین دمشقی کی رائے اس کے برعکس ہے، ان تعلیلی روایات پر گفتگو کرتے ہوئے آخر میں کہتے ہیں: والثالث : قولہ : ثنا وہیب ثناسہیل عن عون بن عبداللہ ہی الصواب، واللہ اعلم، مع أن وہیبا روی عن سہیل وموسی بن عقبۃ۔ کہ اس روایت کا عون بن عبداللہ پر موقوف ہونا ہی درست ہے، باوجود یکہ وہیب، سہیل اور موسی بن عقبۃ (دونوں) سے روایت کرتا ہے، (۲۹)

ہمارے نزدیک بھی وہی رائے درست ہے، جسے ابن ناصر الدین دمشقی نے اختیار فرمایا ہے، باقی ارسال والے الفاظ اور تیسرے نمبر مسند والے الفاظ محض راوی کا وہم ہے، اس کی سب سے بڑی اور مضبوط دلیل خود امام بخاری ہیں، کہ انہوں اپنی مذکورہ دونوں تاریخوں میں اسے عون پر موقوف ہی بتاتے ہیں، لہذا اس اعتبار سے ابن رشید کی مذکورہ تطبیق غیر درست پاتی ہے، راجح قول میں اس روایت کے موقوف ہونے کو ترجیح حاصل رہیگی، واللہ اعلم بالصواب۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ یہ وہم کس راوی سے سرزد ہوا ہے، تو اس حوالے سے ابھی مزید تحقیق جاری ہے، معلوم ہونے پر اس کی نشاندہی کی جائیگی، ان شاء اللہ العزیز،

رہا محدث ابن رشید اور ابن ناصر الدین دمشقی کا یہ کہنا کہ وہیب، موسی بن عقبۃ اور سہیل، دونوں سے یہ روایت کرتے ہیں، تو اس پر ہم اوپر واضح کر آئے ہیں کہ یہ محض وہم ہے، وہیب، موسی سے روایت نہیں کرتے، موسی والا طریق الگ ہے، اور وہیب والا الگ، دونوں کو ایک قرار دینا غیر درست ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

ہم اب واپس اپنی اصلی بحث کی جانب بڑھتے ہیں، اور وہ ہے امام عراقی کا اس تعلیلی روایت کو ضعیف قرار دینا، تو انکے اس (حکایت) کو ضعیف قرار دینے کی وجہ امام حاکم کے امام بخاری کے نقل

کردہ یہ الفاظ کرنے میں امام حاکم سے وہم ہو گیا ہے، نہ کہ امام بخاری سے، آپ فرماتے ہیں: فيا عجباه من الحاكم كيف يقول هنا: إنه له علة فاحشة ثم يغفل، فيخرج الحديث بعينه في "المستدرك" ويصححه.لا أعلم في الدنيا في هذا الباب غير هذا الحديث الواحد المعلول،،،،ہیں، کہ جن میں امام بخاری یہ کہ رہے ہیں کہ اس باب میں مجھے اس حدیث کے علاوہ کوئی اور حدیث نظر نہیں آتی، تو،،، امام عراقی کو،،، فی ھذا الباب،،، کے الفاظ میں نکارت محسوس ہوئی، کہ امام بخاری جیسے جبل الحفظ، اور امیر المؤمنین فی الحدیث علم العلل کے شہسوار سے یہ کیا صادر ہو گیا جو اس باب میں صرف اس ایک روایت کے ہونے کا فرما رہے ہیں،!! جبکہ اس باب میں اس حدیث کے علاوہ اور صحابہؓ سے بھی احادیث مروی ہیں، تو امام بخاری ان احادیث سے کس طرح لاعلم ہو سکتے ہیں، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: الحكاية صحيحة قد رواها غير الحاكم على الصحة من غير نكارة، وكذا رواها البيهقي عن الحاكم على الصواب كما سنوضحه، لأن المنكر منها إنما هو قوله:"إن البخاري قال: لا أعلم في الدنيا في هذا الباب غير هذا الحديث الواحد المعلول"، والواقع أن في الباب عدة أحاديث لا يخفى مثلها على البخاري".

والحق أن البخاري لم يعبر بهذه العبارة.

کہ یہ (تعلیلی) حکایت صحیح ہے،،،،،، اس میں منکر الفاظ یہ ہیں: لا أعلم في الدنيا في هذا الباب غير هذا الحديث الواحد المعلول" جبکہ واقعہ یہ ہے کہ اس باب میں اور بھی کئی أحادیث وارد ہیں، جو امام بخاری جیسے (امام و محدث) پر مخفی نہیں ہو سکتیں، اور حق یہ ہے کہ امام بخاری نے یہ الفاظ کہے ہی نہیں ہیں [النکت: ۲/ ۷۱۵، ۷۱۶]

اسکے بعد پھر ابن حجر نے مفصلا گفتگو کی ہے،اور بتایا کہ ان الفاظ،،فی ہذا الباب،،،کے نقل کے نقل کرنے میں امام حاکم کو وہم ہوگیا ہے،فرماتے ہیں:

ومن الدليل على أنه كان غافلا في حال كتابته له في "المستدرك" (عما) كتبه في علوم الحديث أنه عقبه في "المستدرك"بأن قال: "هذا حديث صحيح على شرط مسلم، إلا أن البخاري أعله برواية وهيب، وعن موسى بن عقبة عن سهيل، عن أبيه عن كعب الأحبار" انتهى.

وهذا الذي ذكره لا وجود له عن البخاري، وإنما الذي أعله البخاري في جميع طرق هذه الحكاية - هو الذي ذكره الحاكم أولا.

وذلك من طريق وهيب عن سهيل، عن عون بن عبد الله لا ذكر لكعب فيه البتة،

وبذلك أعله أحمد بن حنبل وأبو حاتم وأبو زرعة وغيرهم كما سأوضحه، وعندي أن الوهم فيهامن الحاكم في حال كتابته في "علوم الحديث"، لأنه رواها خارجا عنه على الصواب رواها عنه البيهقي في "المدخل" ومن طريقه الحافظ أبو القاسم ابن عساكر في "تاريخه" عن أبي المعالي الفارسي عنه قال: أنا أبو عبد الله الحافظ (يعني الحاكم) قال: "سمعت أبا نصر الوراق فذكر الحكاية إلى قوله: "في كفارة المجلس". وزاد فقال: قال البخاري:

وحدثنا أحمد بن حنبل ويحيي بن معين قال: ثنا حجاج بن محمد، عن ابن جريج حدثني موسى بن عقبة ... " وساق الحديث، ثم قال:قال محمد بن إسماعيل: هذا حديث مليح ولا أعلم بهذا الإسناد في الدنيا غير هذا إلا أنه معلول ... وذكر باقي القصة.

فقوله: "لا أعلم بهذا الإسناد" لا اعتراض فيه بخلاف تلك الرواية التي فيها "لا أعلم في الباب"، فإنه

## حدیث،،کفارۃ المجلس،،کے متعلق ک امام بخاری سے مروی تعلیلی حکایت کا تحقیقی جائزہ

---

يتجه عليه ما اعترض به الشيخ من أن في الباب عدة أحاديث غير هذا الحديث.

کہ امام حاکم پر تعجب ہے کہ وہ یہاں (معرفۃ علوم الحدیث) میں کس طرح کہتا ہے کہ اس حدیث میں ایک علت ہے، اور پھر وہ غفلت میں آ کر اسی حدیث کو،،المستدرک،،میں ذکر کر کے اسکی تصحیح کر دیتے ہیں!

المستدرک میں اس حدیث کو اس سے جو کچھ معرفۃ علوم الحدیث میں لکھا ہے غفلت کی حالت میں آ کر لکھنے پر یہ بھی دلیل ہے کہ اس حدیث کو المستدرک میں ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے، اور مسلم کی شرط پر ہے، مگر بخاری نے اسے وہیب،عن سہیل،عن أبیہ،عن کعب الأحبار،،کے طریق سے مروی حدیث کو بنیاد بنا کر معلول کہا ہے، اور یہ جو اس (حاکم) نے ذکر کیا ہے، اسکا امام بخاری سے کوئی وجود ہی نہیں، اور امام بخاری نے اس حکایت کے تمام طرق میں جسے معلول کہا ہے، وہ وہی ہے جسے اس نے پہلے ذکر کیا، اور وہ ہے،،، یعنی طریق، وہیب،عن سہیل،عن عون بن عبداللہ، کہ اس میں سرے سے کعب کا ذکر ہی نہیں اور، امام احمد، امام ابوحاتم، رازی، ابوزرعہ وغیرہم بھی اس حدیث میں یہی علت بتاتے ہیں، جیسا کہ عنقریب میں اسکی وضاحت کرونگا،

میرے نزدیک اس حدیث میں کو امام حاکم سے،،علوم الحدیث،،میں لکھتے ہوئے وہم کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ انہوں نے،،علوم الحدیث،،کے علاوہ دوسرے مقام پر درست روایت کیا ہے، آپ سے امام بیہقی نے،،المدخل،،میں اور انہی کے طریق سے حافظ ابوالقاسم ابن عساکر اپنی،،تاریخ،،میں،،ابوالمعالی الفارسی عن البیھقی عن ابی عبداللہ الحافظ کے طریق سے روایت کیا ہے،،،(ان میں) امام بخاری کہتے ہیں: ،،،،اور اس سند کے ساتھ دنیا میں اس حدیث کے علاوہ

یعنی ،اصل میں امام بخاری کے یہ الفاظ ہیں کہ اس سند: ابن جریج،عن موسی بن عقبۃ،عن سہیل، کے ساتھ یہ متن دنیا میں نہیں پایا جاتا،اوراس میں امام بخاری حق بجانب ہیں، کہ یہ متن صرف کوئی اورنہیں جانتا،الا یہ کہ وہ معلول ہے۔تو آپ (امام بخاری) کے اس طرح کہنے: (،،میں اس سند کے ساتھ نہیں جانتا،،) پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا، برخلاف اس روایت کے جس میں،،لا أعلم فی الباب،،،کے الفاظ ہیں،تو اس طرح اس پر شیخ (عراقی) کا اعتراض اپنی جگہ بجا ہے کہ اس باب میں اس حدیث کے علاوہ اور بھی کئی احادیث وارد ہوئی ہیں[النکت: ۲/ ۷۱۸ تا ۷۱۹]

اس کے بعد ابن حجر امام خلیلی (الارشاد) اور خطیب بغدادی (تاریخ بغداد) کے طریق سے وہی روایت ذکر کرتے ہیں جسے میں اوپر بیان کر آیا ہوں،جس میں یہ بھی الفاظ ہیں: فقال مسلم : فی الدنیاأحسن من ہذا ؟تعرف بہذاالاسناد فی الدنیاحدیثا غیرہذا؟ امام مسلم،امام بخاری سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ: دنیا میں اس سند کے ساتھ اس حدیث کے علاوہ کوئی دوسری حدیث جانتے ہیں آپ؟ جس پر آپ نے جوابا کہا: لا،الاأنہ معلول کہ نہیں، مگر ایک ہے،اور وہ بھی معلول ہے،تو اس میں بھی واضح ہے کہ امام بخاری اس خاص سند کے ساتھ مروی حدیث کا انکار کر رہے ہیں، کہ صحیح سند کے ساتھ مروی نہیں، نہ کہ مطلقا اس باب میں مروی کسی حدیث کی نفی کر رہے ہیں،

فتح الباری میں فرماتے ہیں : وَكَأَن الْحَاكِم وهم فِي هَذِه اللَّفْظَة وَهِي قَوْله فِي هَذَا الْبَاب وانما هِيَ بِهَذَا الْإِسْنَادوكَأن الْحَاكِم وهم فِي هَذِه اللَّفْظَة وَهِي قَوْله فِي هَذَا الْبَاب وانما هِيَ بِهَذَا الْإِسْنَادوَهُوَ كَمَا قَالَ لِأَن هَذَا الْإِسْنَاد وَهُوَ بن جريج عَن مُوسَى بن عقبَة عَن سُهَيْل لَا يُوجد الا فِي هَذَا الْمَتْن[۱۳ ـ ۶۷۹]

اسی سند کے ساتھ ہی مروی ہے۔

پھر ابن حجر النکت میں فرماتے ہیں: فہذااللفظ أولی بأن یعزی الی البخاری من اللفظ المعزولہ فی کلام الحاکم فی علوم الحدیث، کہ حاکم کی معرفۃ علوم الحدیث کے الفاظ کے بجائے یہی الفاظ زیادہ حقدار ہیں کہ انہیں امام بخاری کی جانب منسوب کیا جائے،

تو یہ جواب تھا ابن حجر کا، جو انہوں نے امام عراقی کے اعتراض پر دیا ہے جو بلکل تحقیقی اور درست ہے، معرفۃ علوم الحدیث،، میں مذکور حکایت کی کسی متأخر حافظ حدیث نے تأویل کی ہے، لیکن وہ تأویل : فرمن المطر وقام تحت المیز اب،،،، کے مانند ہے، کہ جس سے فرار چاہا،، اسی میں واقع ہو گئے، ابن حجر فرماتے ہیں:على أن بعض المتأخرين من الحفاظ أوّل الكلام الذي في "علوم الحديث" فقال: "الذي ينبغي أن يحمل عليه كلامه في هذه الرواية وغيرها أن يكون مراده بالباب رواية أبي هريرة - رضي الله عنه - عن النبي - صلى الله عليه وسلم - وبالحديث طريق ابن جريج عن موسى بن عقبة عن سهيل عن أبي هريرة - رضي الله عنه -.

متأخرین کے حفاظ (حدیث) میں سے کسی نے علوم الحدیث میں مذکور (امام بخاری کے) کلام کی تأویل کرتے ہوئے یہ کہا ہے: اس روایت وغیر ہا میں مذکور اس (امام بخاری) کے کلام کو اس پر محمول کرنا مناسب ہے کہ اس کی ،، باب ،، سے ابو ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت مراد لی جائے، اور حدیث سے ،، ابن جریج عن موسی بن عقبۃ عن سہیل عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا طریق مراد لیا جائے،

لیکن ابن حجر نے نقل کر کے خود اسے رد کر دیا ہے، کہتے ہیں : قلت: وهو حمل متعسف ظاهر التكلف، ثم إنه يرد عليه ما فر منه فإنه روي من رواية أبي هريرة - رضي الله عنه - من غير

هذا الوجه. وذلك فيما رواه أبو داود في سننه من طريق ابن وهب عن عمرو بن الحارث، عن سعيد بن أبي هلال عن سعيد المقبري، عن عبد الله بن عمرو بن العاص موقوفا نحو هذا الحديث.قال عمرو بن الحارث: وحدثني بنحو ذلك عبد الرحمن بن أبي عمرو عن المقبري، عن أبي هريرة - رضي الله عنه - عن النبي - صلى الله عليه وسلم -.

وأخرجه ابن حبان في صحيحه والطبراني في الدعاء من طريق ابن وهب هذه.

کہ اسکا اس طرح (امام بخاری کی طرف منسوب کردہ کلام کو) محمول کرنا واضح تکلف اور تعسف ہے، بنابریں جس سے وہ فرار ہونا چاہتے ہیں اس کا اس بات سے رد ہوجاتا ہے کہ اس طریق کے علاوہ بھی ابوہریرۃؓ سے روایت کیا گیا ہے، ابوداؤد اپنی سنن میں ابن وهب عن عمرو بن الحارث، عن سعيد بن أبي هلال عن سعيد المقبري، عن عبد الله بن عمرو بن العاص کے طریق سے موقوفا، اس جیسی حدیث کو روایت کرتے ہیں، عمرو بن الحارث کہتے ہیں: اسی طرح مجھ سے عبد الرحمن بن أبي عمرو عن المقبري، عن أبي هريرة - رضي الله عنه - عن النبي - صلى الله عليه وسلم کی حدیث (مرفوعا) بیان کی، اسے ابن حبان نے ابن وہب کے اسی طریق سے اپنی الصحیح میں اور طبرانی نے ،،الدعاء میں روایت کیا ہے [النکت: ۷۲۱/۲]

گویا یہ متأخر حافظ حدیث امام بخاری کے کلام کی یہ تأویل کررہے ہیں کہ انکا مقصد یہ ہے کہ ابوہریرۃؓ سے اس معلول طریق کے علاوہ کوئی اور طریق مروی نہیں، بس یہی سہیل سے مروی یہی ایک طریق ہے جسے امام بخاری معلول قرار دے رہے ہیں، تو ابن حجر نے اسکا یہ جواب دیا کہ یہ بات غلط ہے، سنن أبي داؤد اور کتاب الدعاء للطبرانی میں اس معلول طریق کے علاوہ بھی ابوہریرۃؓ سے یہ

روایت مروی ہے، جس میں سہیل کا ذکر نہیں اس اعتبار سے اسکی یہ تأویل غیر درست ٹھہرتی ہے، آگے معلوم ہوگا کہ ابن وہب کے اس طریق کو ابن حجر ضعیف قرار دیتے ہیں،

بہر کیف، تو یہ ہے ابن حجر کا متأخر حافظ حدیث کی تأویل کا جواب، جو کہ بلکل درست ہے، اور امام بخاری کی طرف منسوب کردہ عبارت کا (جو ،،معرفۃ علوم الحدیث ،، میں مذکور ہے) جواب وہی ہے جو ابن حجر دے چکے ہیں، اور ہماری رائے بھی یہی ہے، واللہ أعلم بالصواب۔

**تنبیہ**: یاد رہے سہیل کی روایت دوسرے تین طرق سے مروی ہے، مثلا:

طریق الواقدی

طریق اسماعیل بن عیاش

طریق محمد بن ابی حمید الرزی

لیکن ابن حجر ان تینوں طرق کو ضعیف قرار دیتے ہیں، امام ترمذی نے جب اپنی جامع میں ابوعبیدۃ بن ابی السفر عن حجاج عن سہیل کے طریق سے مروی حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ فرمایا: هذا حديث حسن [صحيح] غريب لا نعرفه من حديث سهيل إلا من هذا الوجه" انتہی

تو اسکے بعد امام ترمذی کی اس بات پر تعلیق لگاتے ہوئے فرماتے ہیں: وهو متعقب - أيضا - وقد عرفناه من حديث سهيل من غير هذا الوجه فرويناه في الخلعيات مخرجا من أفراد الدارقطني من طريق الواقدي ثنا عاصم ابن عمر وسليمان بن بلال كلاهما عن سهيل به.

ورويناه في كتاب الذكر لجعفر الفريابي قال: ثنا هشام بن عمار: ثنا إسماعيل بن عياش. ثنا سهيل.

ورويناه في "الدعاء" للطبراني من طريق ابن وهب قال: حدثني محمد بن أبي حميد عن سهيل.

فهؤلاء أربعة رووه عن سهيل من غير الوجه الذي أخرجه الترمذي فلعله إنما نفى ان يكون يعرفه من طريق قوية، لأن الطرق المذكورة لا يخلو واحد من من مقال.

أما الأولى: فالواقدي متروك الحديث.

وأما الثانية: فإسماعيل بن عياش مضعف في غير روايته عن الشاميين ولو صرح بالتحديث.

وأما الثالثة: فمحمد بن أبي حميدوإن كان مدنيا، لكنه ضعيف - أيضا - وقد سبق الترمذي أبو حاتم إلى ما حكم به من تفرد تلك الطريق عن سهيل، فقال: فيما حكاه ابنه عنه في "العلل"

"لا أعلم روى هذا الحديث عن النبي - صلى الله عليه وسلم - في شيء من طرق أبي هريرة - رضي الله عنه -.

قال : وأما رواية إسماعيل بن عياش، فما أدري ما هي؟، إنما روى عنه إسماعيل أحاديث يسيرة"فكأن أبا حاتم استبعد أن يكون إسماعيل حدث به، لأن هشام بن عمار تغير في آخر عمره، فلعله رأى أن هذا مما خلط فيه، ولكن أورد ابن أبي حاتم عى إطلاق أبيه طريق سعيد المقبري عن أبي هريرة التي قدمناها، ثم اعتذر عنه بقوله: كأنه لم يصحح رواية عبد الرحمن بن أبي عمرو عن المقبرى

وهذا يدلك على انهم قد يطلقون النفي، ويقصدون به نفي الطرق الصحيحة، فلا ينبغي أن يورد على إطلاقهم مع ذلك الطرق الضعيفة - والله الموفق -..

کہ امام ترمذی کی یہ بات قابل تعقب ہے، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس وجہ کے علاوہ بھی سہیل کے

طریق سے یہ حدیث مروی ہے،ہم نے ،،الخلعیات ،، میں امام دارقطنی کی کتاب الافراد سے واقدی کے طریق سے بھی سہیل کی حدیث کو روایت کیا ہے،اسی طرح ،، کتاب الذکر ،، لجعفر الفریابی ،، میں بھی ،، ہشام بن عمار عن اسماعیل بن عیاش کے طریق سے بھی سہیل سے روایت کیا ہے،امام طبرانی کی ،، الدعاء ،، میں ابن وہب عن محمد بن ابی حمید کے طریق سے بھی سہیل کا طریق روایت کیا ہے،تو یہ چار روات (عبدالرحمن بن ابی عمرو، واقدی، اسماعیل بن عیاش، محمد بن أبی حمید) سہیل سے روایت کرتے ہیں،اور یہ (چاروں طرق) اس طریق کے علاوہ ہیں جس کی امام ترمذی نے تخریج کی ہے،ممکن ہے انہوں (امام ترمذی) نے سہیل سے غیر قوی طرق سے مروی ہونے کی نفی کی ہو، کیونکہ مذکورہ طرق میں سے کوئی بھی طریق کلام سے خالی نہیں،

پہلے طریق میں واقدی متروک ہے،

دوسرے طریق میں اسماعیل بن عیاش ہے،وہ غیر شامیین سے روایت کرنے میں ضعیف ہے،اگرچہ سماع کی صراحت کرے،

تیسرے طریق میں محمد بن ابی حمید،وہ اگرچہ مدنی ہے،لیکن وہ بھی ضعیف ہے،امام ترمذی سے قبل ابو حاتم نے بھی سہیل سے مروی اس کے طریق پر تفرد کا حکم لگایا ہے،جیسا کہ انکے بیٹے (عبدالرحمن) نے العلل میں ان سے نقل کیا ہے:"لا أعلم روى هذا الحديث عن النبي - صلى الله عليه وسلم - في شيء من طرق أبي هريرة - رضي الله عنه - نیز یہ بھی فرمایا:اسماعیل بن عیاش کی روایت کا پتہ نہیں کہ وہ کیسی ہے،اس (سہیل) سے اسماعیل بن عیاش نے چند روایات روایت کی ہیں۔

گویا ابو حاتم کو یہ مستبعد لگا کہ وہ (سہیل سے) یہ حدیث بیان کریں، کیوں کہ ہشام بن عمار

آخر عمر میں متغیر (الحفظ) ہو گیا تھا، تو شاید انہیں لگا کہ اس نے (سہیل سے) تخلیط کی وجہ سے روایت کر دیا ہو، لیکن ابن ابی حاتم نے اپنے والد کے اطلاق پر سعید المقبری عن ابی ہریرۃ ؓ کا وہ طریق وارد کر دیا جسے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، پھر انہوں (ابن ابی حاتم) نے خود ہی ان (اپنے والد) کے لیے یہ عذر پیش کر دیا کہ: شاید انہوں نے عبد الرحمن بن ابی عمرو عن المقبری کے طریق کو صحیح نہیں سمجھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ (أئمہ نقد) بعض دفعہ (طرق کے ہونے کی) نفی کرتے ہیں، جس سے انکی غرض صحیح طرق سے مروی ہونے کی نفی ہوتی ہے (نہ کہ طرق کے مطلقا ہونے کی)، فلہٰذا ان ضعیف طرق کے ہوتے ہوئے ان کے اطلاق (انکی طرف سے طرق کی نفی ہونے کی صورت میں) پر کوئی اعتراض وارد نہیں کیا جا سکتا، واللہ الموفق [النکت: ۲/ ۷۲۱ تا ۷۲۳]

ابن حجر کے اس کلام پر دو ملاحظات پیش خدمت ہیں:

**پہلا**: انکا یہ فرمانا کہ: یہ چار رواۃ (عبد الرحمن بن ابی عمرو، واقدی، اسماعیل بن عیاش، محمد بن أبی حمید) سہیل سے روایت کرتے ہیں، اور یہ (چاروں طرق) اس طریق کے علاوہ ہیں جس کی امام ترمذی نے تخریج کی ہے، ممکن ہے انہوں (امام ترمذی) نے سہیل سے غیر قوی طرق سے مروی ہونے کی نفی کی ہو، کیونکہ مذکورہ طرق میں سے کوئی بھی طریق کلام سے خالی نہیں،

تو امام ترمذی پر نقد کرتے ہوئے یہاں انہوں نے چاروں رواۃ میں عبد الرحمن بن ابی عمرو کو بھی شامل کیا ہے کہ وہ بھی سہیل سے روایت کرتے ہیں، جبکہ اوپر وہ خود متأخر حافظ حدیث کے رد میں سنن أبی داؤد اور الدعاء للطبرانی کے حوالے سے یہ کہہ چکے ہیں کہ ان میں عبد الرحمن، سہیل کے علاوہ

دوسرے طریق سے روایت کرتے ہیں، اور حقیقت بھی یہی ہے، ان دونوں کتب میں عبدالرحمن غیر سہیل یعنی سعید المقبر ی سے روایت کرتے ہیں، لہذا انکا وہم واضح ہے۔

**دوسرا** : انہوں نے یہ فرمایا: دوسرے طریق میں اسماعیل بن عیاش ہے، وہ غیر شامیین سے روایت کرنے میں ضعیف ہے، اگرچہ سماع کی صراحت کرے،

تو انہوں نے یہاں اپنی کتاب ،،طبقات المدلسین ،،، کی طرح اسماعیل بن عیاش کو مدلس قرار دیا ہے، اوران کی اس رائے کی بنیاد امام ابن معین (ایک روایت کے مطابق ) کا قول ہے، جس میں وہ اس کے عنعنہ کورد کرتے ہیں، جبکہ وہ فی الحقیقۃ مدلس نہیں ہیں، تفصیل کے لیے میری کتاب، ،،التحقیق الامین فی التعلق علی الفتح المبین ،،، کی مراجعت کی جائے، وہاں میں نے وضاحت کے ساتھ ابن معین کے اس تدلیس والے قول کا جواب دیا ہے، وللہ الحمد والمنۃ۔

**(حدیث کفارۃ المجلس ،،، کا ابو ہریرۃ ؓ کے علاوہ دوسرے صحابہ ؓ سے مروی ہونا )**

حدیث کفارۃ المجلس ابو ہریرۃ ؓ کے علاوہ بھی دوسرے صحابہ ؓ سے مروی ہے، جنہیں امام عراقی اور ابن حجر نے ذکر کیا ہے، جن میں سے بعض احادیث صحیح ہیں اور بعض ضعیف، ذیل میں انہیں ملاحظہ فرمایا جائے:

امام عراقی نے ،،اپنی کتاب ،،التقیید والایضاح ،، میں نو صحابہ ؓ سے مروی ہونے کا کہا ہے:

**(۱) أبو برزۃ الأسلمي ؓ**

(۲) رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ

(۳) زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

(۴) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

(۵) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

(۶) سائب بن یزید رضی اللہ عنہ

(۷) أنس رضی اللہ عنہ

(۸) عائشہ رضی اللہ عنہا

(۹) جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ

## (ابن حجر کا ان نو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث کا مختصر تجزیہ)

امام عراقی نے ،،تخریج الاحیاء میں حسب ذیل آٹھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی احادیث ذکر کی ہیں،:

## (۱) حدیث أبو برزۃ الاسلمی ورافع بن خدیج رضی اللہ عنہما

حدیث ابی برزۃ الاسلمی اور حدیث رافع بن خدیج کے بارہ میں کہتے ہیں کہ دراصل یہ ایک ہی حدیث ہے،اس میں ابوالعالیۃ راوی پر اختلاف ہونے کی وجہ سے تین حدیثیں بن گئیں ہیں (تیسری حدیث ابی بن کعب، جوعنقریب آرہی ہے) جبکہ فی الحقیقۃ یہ ایک ہی حدیث ہے، یہ مسند الدارمی،،سنن النسائی،،المعجم الصغیر،للطبرانی،،المستدرک،،للحاکم میں مروی ہے،فتح الباری میں اس حدیث (حدیث أبی برزۃ رضی اللہ عنہ) کی سند کے متعلق فرماتے ہیں: سندہ قوی [۱۳/ ۶۷۹]

فتح الباری میں ہی حدیث رافع بن خدیج ؓ کے بارہ میں فرماتے ہیں: ورافع بن خدیج ،وحدیثہ عندالحاکم والطبرانی فی الصغیر،ورجالہ موثقون،الاأنہ اختلف علی راویہ فی سندہ [۱۳/ ۶۸۰]

## (۲) حدیث زبیر بن العوام ؓ

زبیر بن العوام کی حدیث کو امام طبرانی نے ،،المعجم الصغیر،،محمد بن علی الطرائفی کے ترجمہ ذکر کیا ہے،اور امام طبرانی سے نقل کیا کہ: زبیر بن العوام سے صرف اسی سند سے ہی یہ روایت مروی ہے،اور النکت میں اگر چہ اس پر کوئی کلام نہیں کیا،مگر فتح الباری میں کہتے ہیں: سندہ ضعیف [۱۳/ ۶۷۹]،اس میں امام طبرانی کا شیخ محمد بن علی بن حبیب الطرائفی الرقی مجہول الحال ہے، مجھے اسکی توثیق نہیں مل سکی، نیز اس میں زبیر بن العوام سے روایت کرنے والا اسکا مولی حبۃ (یا حبال) اسکے متعلق شیخ ربیع کہتے ہیں: ھکذا فی جمیع النسخ بالحاءوالباءوالتاءفی آخرہ،وفی الطبرانی حبال،ولم أقف لہ علی ترجمۃ بکلاالاسمین [۲/ ۲۲۹]

## (۳) حدیث عبد اللہ ابن مسعود ؓ

یہ حدیث ،،المؤتلف،، للخطیب ،،المعجم الاوسط،،للطبرانی ،،الکامل،،لابن عدی میں مذکور ہے، چونکہ خطیب بغدادی ،طبرانی کے طریق ے روایت کرتے ہیں،اور اسے طبرانی کے شیخ کے شیخ ابوالفضل الشیبانی کی وجہ سے ضعیف قرار دیا، الکامل میں یحیي بن کثیر ہے، اسے اسکی مناکیر میں شمار کیا، پھر کہتے ہیں دراصل یہ حدیث موقوف ہے خالد بن عبد اللہ الطحان نے اسے عطاء بن السائب سے موقوف بیان کیا ہے، جبکہ یحیي نے اسے مرفوع بنادیا، فتح الباری میں کہتے ہیں: سندہ

ضعیف[۶۷۹/۱۳]

## (۴) حدیث عبداللہ ابن عمروؓ

اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے،اس میں مرفوع وموقوف کا اختلاف ہے،اکثر رواۃ اسے حصین بن عبدالرحمن سے موقوفا ہی بیان کرتے ہیں،اس میں محمد بن جامع العطار راوی ہے، جسے ابن حجر نے متکلم فیہ اور جبکہ ابوحاتم نے ضعیف الحدیث قرار دیا ہے،

## (۵) حدیث سائب بن یزیدؓ

اسے امام طحاوی نے ،،شرح الآثار،،طبرانی نے ،،المعجم الکبیر،،میں روایت کیا ہے،،ابن حجر نے اسے صحیح قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں: فالحديث صحيح، والعجب أن الحاكم لم يستدركه مع احتياجه إلى مثله وإخراجه لما هو دونه، فتح الباری میں فرماتے ہیں: سندہ صحیح [۶۷۹/۱۳]

## (۶) حدیث انسؓ

اسے طحاوی نے ،،شرح معانی الآثار،،میں،امام طبرانی نے ،،المعجم الاوسط،،میں،اور سمویہ نے ،،اپنی ،،الفوائد،،میں عثمان بن المطر عن ثابت ،،کے طریق سے روایت کیا ہے،ابن حجر عثمان بن مطر کی وجہ سے اسے ضعیف قرار دیا ہے،امام ابن ابی حاتم کی ،،العلل ،،سے ابوحاتم کا یہ قول نقل کیا:"هذا خطأ رواه حماد بن سلمة، عن ثابت، عن أبي الصديق الناجي قوله". ،گویا راجح قول میں یہ ابوالصدیق الناجی پر موقوف ہے،اور یہ اسی کا قول ہے،جسے عثمان نے ثابت سے مرفوع بنا دیا،

فتح الباری میں فرماتے ہیں: سندہ ضعیف [۱۳/ ٦٧٩]

نیز النکت میں یہ کہا کہ: وأخرجه الحسين بن الحسن المروزي في "زيادات البر والصلة" عن سعيد بن سليمان، عن فلان بن غياث حدثنا ثابت عن أنس - رضي الله عنه - قال: "جاء جبريل عليه السلام، إلى النبي - صلى الله عليه وسلم - فقال: إن كفارات المجلس سبحانك اللهم وبحمدك أستغفرك وأتوب إليك". امام مروزی کے اس طریق پر کوئی کلام نہیں کیا۔

## (۷) حدیث عائشہؓ

یہ حدیث امام نسائی کی،،عمل الیوم واللیلۃ،،حاکم کی،،المستدرک،،ابواحمد العسال کی،،کتاب الابواب،،وغیرہ میں مختلف طرق سے مروی ہے،امام نسائی کی روایت کو صحیح کہا، فتح الباری میں کہتے ہیں: حدیثہا عند النسائی وسندہ قوی [۱۳/ ٦٧٩] جبکہ امام حاکم کی روایت کو نقل کرنے کے بعد ان سے یہ کلام: صحيح الإسناد ولم يخرجاه، نقل کرنے کے بعد اسے برقرار رکھا،اور ابواحمد العسال والی روایت کو اسناد احسن قرار دیا،چوتھا ذکر بغیر کسی کلام کے ذکر کیا،جسکی سند میں بظاہر کوئی علت معلوم نہیں ہوتی،واللہ اعلم بالصواب۔

## (۸) حدیث جبیر بن مطعمؓ

اسے امام نسائی نے،،عمل الیوم واللیلۃ،،میں ابن ابی عاصم نے،،کتاب الدعاء،،میں روایت کیا ہے،اس میں رفع وارسال کا اختلاف ہے،ابن حجر مذکورہ دونوں طرق سے روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں: رجاله ثقات(كذاقال فی الفتح:١٣ـ ٦٧٩) إلا أنه اختلف في وصله وإرساله، فقال ابن

صاعد: تفرد به عبد الجبار بن العلاء عن ابن عيينة بقوله: عن نافع بن جبير، عن أبيه.

قلت: ورواه الليث بن سعد عن ابن عجلان فلم يقل عن أبيه جعله عن نافع بن جبير مرسلا.

وأخرجه الحسين بن الحسن المروزي في "كتاب البر والصلة" عن ابن عيينة وعلي بن غراب كليهما عن ابن عجلان عن مسلم بن أبي حرة، عن نافع بن جبير نحوه مرسلاورويناه في "فوائد علي بن حجر" ، عن إسماعيل بن جعفر، عن داود بن قيس، عن نافع بن جبير مرسلا - أيضا -.

لكن رواه الحاكم في "المستدرك" والطبراني في "الكبير" من طريق أخرى عن داود بن قيس موصولا.

ووقع لأبي عمر بن عبد البر في هذا الحديث خطأ شديد، وتبعه عليه شيخنا في "محاسن الاصطلاح"، فإنه قال - في حرف النون في الاستيعاب "نافع بن صبرة مخرج حديثه، عن أهل المدينة مثل حديث أبي هريرة في كفارة المجلس". هذا كلامه، والذي أوقعه في هذا الخطأ التصحيف، فإنه صحف جبير صبرة وهي زيادة الهاء كانت علامة الإهمال على الراء.

ونقل شيخنا كلامه من الاستيعاب مقلدا له فيه ولم ينقده، - والله سبحانه وتعالى الموفق،

[النكت:۲/۲٦۷تا۳٦۷]

## (ان کے علاوہ بعض دوسری احادیث پر ابن حجر کا مطلع ہونا)

ابن حجر ان احادیث کے علاوہ مزید چند اور احادیث پر مطلع ہوئے ہیں، جنہیں خود ابن حجر کے تجزیہ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) أبي بن کعبؓ

(۲) معاویةؓ

(۳) حدیث ابن عمرؓ

(۴) أبوأمامة الباهليؓ

(۵) أبوسعید الخدريؓ

(٦) علي بن أبي طالبؓ

(۷) رجل من الصحابةؓ

(۸) أبوأیوب الانصاریؓ

### (۱) حدیث أبي بن کعبؓ

اس حدیث پر ابن حجر امام عراقی کی ذکر کردہ حدیث ابی برزۃ الاسلمی اور حدیث رافع بن خدیج (النکت: ۲/۷۲۷) کے کلام کے ضمن گفتگو کر چکے ہیں، یہ محض روات کے اختلاف کی وجہ سے ہے، فتح الباری میں فرماتے ہیں: ذکرہ أبوموسی المدیني، ولم أقف علی سندہ [۱۳/٦۸۰]

### (۲) حدیث معاویةؓ

درأصل اس میں تصحیف واقع ہوگئی ہے، ابن حجر حدیث أبي برزۃ الأسلمیؓ ورافع بن خدیجؓ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وذکر أبو موسی المدیني أن جریرا رواه عن فضیل بن عمرو، عن زیاد بن حصین عن معاویة، کذا قال وکأنه تصحیف وإنما هو عن زیاد بن حصین عن أبي

العالية.

وكذا رويناه في فوائد ابن عمشليق من طريق أبي نعيم إلى زيادات البر والصلة للحسين بن الحسن المروزي عن مؤمل بن إسماعيل كلاهما عن سفيان الثوري عن منصور عن فضيل بن عمرو عن زياد عن أبي العالية مرسلا وذكر ابن أبي حاتم في "العلل"عن أبيه وأبي زرعة أن المرسل أشبه - والله أعلم -.[٢، ٧٢٨]

فتح الباری میں میں فرماتے ہیں: **ومعاویة، ذکرہ ابوموسی أیضا، وأشار الی أنه وقع فی بعض رواته تصحیف**[۶۸۰/۱۳]

### (۳) حدیث ابن عمرؓ

اسے امام حاکم نے اپنی،،المستدرک میں روایت کیا ہے،ابن حجر نے اس پر کوئی کلام نہیں کیا،اور بظاہر اس میں کوئی علت بھی نظر نہیں آتی،واللہ اعلم بالصواب۔

### (۴) حدیث ابی امامۃؓ

اسے ابویعلی نے اپنی،،المسند،،میں اور امام ابن السنی نے،،عمل الیوم واللیلۃ،،میں جعفر بن الزبیر عن القاسم کے طریق سے مرفوعا روایت کیا،ابن حجر اس جعفر کو متروک الحدیث قرار دیتے ہیں،فتح الباری میں فرماتے ہیں: سندہ ضعیف[فتح الباری:۶۸۰/۱۳]

### (۵) حدیث ابی سعید الخدریؓ

اسے امام جعفر الفریابی نے اپنی کتاب،،کتاب الذکر،،میں ابوسعید الخدریؓ سے ان الفاظ :

من قال في مجلسه: سبحانك اللهم وبحمدك أشهد أن لا إله إلا أنت أستغفرك وأتوب إليك ختمت

(بخاتم) فلم تكسر إلى يوم القيامة" کے ساتھ موقوفا بیان کیا ہے،ابن حجر کہتے ہیں:اسناده صحيح وهوموقوف،لكن له حكم المرفوع،لأن مثله لايقال بالرأى،فتح الباری میں فرماتے ہیں:سنده صحيح،الاأنه لم يصرح برفعه[۱۳/ ۶۷۹، ۶۸۰]

### (۶) حدیث علی بن أبی طالبؓ

اسے ابوعلی ابن الاشعث نے اپنی کتاب،،کتاب السنن،،میں روایت کیا ہے،ابن حجر کہتے ہیں:رواه أبو علي ابن الأشعث في "كتاب السنن" بإسناده المشهور عن أهل البيت رضوان الله تعالى عليهم وهو ضعيف۔فتح الباری میں فرماتے ہیں:وعلى بن أبى طالب،وحديثه عندأبى على بن الأشعث فى السنن المروية عن أهل البيت،وسنده واه[۱۳/ ۶۸۰]

### (۷) حدیث رجل من الصحابہؓ

اسے ابن خرشید نے اپنی،،الفوائد میں ذکر کیا ہے،ابن حجر کہتے ہیں:اسناده صحيح۔فتح الباری میں کہتے ہیں:رجاله ثقات[۱۳/ ۶۸۰]

### (۸) حدیث ابی ایوب الانصاریؓ

اسے امام جعفر فریابی نے،،کتاب الذکر میں عبداللہ ابن لهيعة کے طریق سے روایت کیا ہے،ابن حجر کہتے ہیں:وابن لهيعة يقوى حديثه بالشواهد

[النكت:۲/ ۷۳۶،تا ۷۵۰]فتح الباری میں کہتے ہیں:فی سنده ضعف يسير[۱۳/ ۶۸۰]

مذکورہ ان تمام أحادیث میں صحیح بھی ہیں اور ضعیف بھی،اوراسی طرح قابل احتجاج نہ صحیح،قابل انجبار بھی ہیں،توکیاامام بخاری ان احادیث سے بے خبراور لاعلم ہوسکتے ہیں جو یہ کہیں کہ مجھے

اس باب میں کوئی اور حدیث معلوم نہیں، یقینا نہیں، لہذا امام عراقی کا اس حکایت کو باقی مصادر کا عدم ملاحظہ ہی اس حکایت پر تردد کا سبب ہے، اگر مذکورہ بالا مصادر پر نظر ڈالتے تو انکا یہ بنیادی اشکال ہی سرے سے حل ہوجاتا، جس کی وجہ سے وہ اس حکایت کا انکار فرمارہے ہیں،

سطور بالا میں جیسا کہ گذرا کہ امام عراقی اس حکایت کو حافظ حدیث احمد بن حمدون القصار کو متہم کرتے ہوئے اس حکایت کی تصحیح میں متردد ہوئے ہیں، تو ان اس بات میں نظر ہے، امام قصار کا نیسابور کے کبار حفاظ میں شمار ہوتا ہے، ابن حجر کہتے ہیں: وأما قول شيخنا: "أنا أتهم بها أحمد بن حمدون القصار" ففي إطلاق التهمة عليه نظر، فإنه من كبار الحفاظ.

وهو أبو حامد: أحمد بن حمدون بن أحمد بن رستم النيسابوري الأعمشي، وإنما قيل له الأعمشي لأنه كان يعتني بجمع حديث

الأعمش وحفظه وكان يلقب أبا تراب فاجتمع له لقبان في كنيته وفي نسبته ذكره الحاكم في "التأريخ" وقال:

كان من الحفاظ سمع بنيسابور وبمرووهراةوجرجان والري وبغداد والكوفة والبصرة قال:سمعت : أبا علي الحافظ غير مرة يقول: حدثنا أحمد بن حمدون إن حلت الرواية عنه".

فقلت له يوما: هذا الذي تذكره في أبي تراب من جهة المجون الذي كان فيه أو لشيء أنكرته منه في الحديث؟ قال: في الحديث، فقلت له: ما الذي أنكرت عليه؟ فذكر أحاديث حدث بها غير معروفة. فقلت له: أبو تراب مظلوم في كل ما ذكرته. ثم لقيت أبا الحسين الحجاجي،فحدثته بمجلسي مع أبي علي فقال: القول ما قلته. قال الحاكم: فأما أنا، فقد تأملت أجزاء كثيرة بخطه كتبها لمشايخنا فلم أجد

فيه حديثا يكون الحمل فيه عليه، وأحاديثه كلها مستقيمة، سمعت أبا أحمد الحافظ يقول: حضرت مجلس أبي بكر ابن خزيمة إذ دخل أبو تراب الأعمشي فقال له أبو بكر: "يا أبا حامد! كم روى الأعمش عن أبي صالح عن أبي سعيد؟ " فأخذ أبو تراب يذكر الترجمة حتى فرغ منها وأبو بكر يتعجب من مذاكرته۔

ثم ساق له الحاكم عدة حكايات مما كان يمزح فيها، ثم قال:"وإنما ذكرت هذه الحكايات لتعلم أن الذي أنكر عليه إنما هو المجون فأما الانحراف عن رسم أهل الصدق فلا".

قال: وقرأت بخط أبي الفضل الهاشمي: "مات أبو تراب الأعمشي في ربيع الأول سنة إحدى وعشرين وثلاث مئة".

قلت: فإذا كان هذا حال هذا الرجل، فلا ينبغي إطلاق التهمة عليه أصلا، حتى ولو قلدنا أبا علي الحافظ فيه، فإنما أشار إلى أنه أنكر عليه أحاديث وهم فيها، فراجعه الحاكم بأنها لو كانت وهما ما عاودروايتهامرارا مع تيقظه وضبطه فوضح أنه لم يتهم بكذب أصلا ورأسا - والله أعلم -.

وفي الجملة اللفظة المنكرة في الحكاية عن البخاري هي أنه قال: "لا أعلم في الباب غير هذا الحديث" وهي من الحاكم في حال كتابته في علوم الحديث كما قدمناه (في كتب أحد عشرة فيها) وقد بينا أن الصواب أن البخاري إنما قال: " لا أعلم في الدنيا بهذا الإسناد غير هذا الحديث وهو كلام مستقيم" - والله أعلم -.

یہ (جسے امام عراقی نے متہم کہا ہے) ابو حامد احمد بن حمدون بن رستم نیسابوری اعمشی ہے، اسے

اعمشی اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اعمش کی احادیث کو جمع اور یاد کرنے کا اہتمام کیا کرتا تھا، اور وہ
،،ابوتراب،، سے بھی ملقب ہے، اس طرح اس کی کنیت اور نسب میں دو القاب ہو گئے، امام حاکم اسے
تاریخ (نیسابور) میں ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: وہ حفاظ میں سے ہے، اس نے
نیساپور، مرو، ہراۃ، جرجان، ری، بغداد، کوفہ، اور بصرہ میں سماع میں کیا ہے، آپ (امام حاکم) کہتے
ہیں: وہ مزاح تھے، میں نے ابوعلی الحافظ سے کافی دفعہ یہ کہتے ہوئے سنا کہ: حدثنا احمد بن حمدون، ان
حلت الروایۃ عنہ،، کہ مجھ سے احمد بن حمدون نے حدیث بیان کی اگر اس سے حدیث روایت
کرنا جائز ہو، تو میں نے انہیں ایک دفعہ کہا کہ: یہ جو آپ ابوتراب کے متعلق کہتے ہیں، تو یہ اس م میں
مزاح کی وجہ سے کہتے ہیں یا پھر اس سے حدیث میں کسی بات کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں؟ کہا: حدیث
میں، میں نے کہا: (حدیث میں) کس وجہ سے
؟ توانہوں چند غیر معروف احادیث ذکر کیں، تو میں نے کہا کہ: جو کچھ آپ نے ذکر کیا ہے اس
میں ابوتراب تو مظلوم ہے، پھر میری ابوالحسین الحجاجی سے ملاقات ہوئی، اور میں ابوعلی کے ساتھ میری
مجلس والی روداد کا تذکرہ کیا، تو انہوں نے کہا کہ: تیری بات درست ہے،
(امام حاکم کہتے ہیں) رہا میرا معاملہ، تو میں نے ہمارے مشائخ کے لیے اس کے ہاتھ سے
لکھے ہوئے کافی سارے اجزاء دیکھے ہیں، تو مجھے ان میں ایسی کوئی ایک بھی حدیث نہیں ملی کہ جس
کا انہیں ذمہ دار قرار دیا جا سکے، اسکی تمام احادیث درست ہیں، میں نے ابواحمد الحافظ سے کہتے ہوئے
سنا وہ کہرہے تھے : میں ابوبکر ابن خزیمۃ کی مجلس میں حاضر ہوا کہ ابوتراب الاعمشی بھی وہیں
آ نکلے، تو ابوبکر نے انہیں کہا: اے ابوحامد! اعمش نے، ابوصالح، عن ابی سعید سے کتنی احادیث بیان کی

ہیں،؟تو ابو تراب ایک،ایک کر کے ترجمہ (حدیث) بیان کرتے گئے،یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو گئے،اور ابو بکر اسکے مذاکرے (حافظے) سے تعجب کر رہے تھے۔

(ابن حجر کہتے ہیں:) پھر امام حاکم نے اس کی مزاح والی چند حکایات بیان کیں،پھر کہا: میں نے یہ حکایات اس لئے بیان کی ہیں تا کہ معلوم ہو جائے اس پر جس اصل چیز کا اعتراض ہے وہ یہی مزاح ہے،باقی اسکا اہل صدق سے انحراف،تو یہ اس سے ثابت نہیں،(النکت:۲/ ۷۴۳ تا ۷۴۵)

امام حاکم کا یہ سارا کلام حافظ ذہبی کی،،السیر ) اور تذکرۃ الحفاظ () میں مذکور ہے،ابن حجر مذکورہ کلام کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قلت: فإذا كان هذا حال هذا الرجل، فلا ينبغي إطلاق التهمة عليه أصلا، حتى ولو قلدنا أبا علي الحافظ فيه، فإنما أشار إلى أنه أنكر عليه أحاديث وهم فيها، فراجعه الحاكم بأنها لو كانت وهما ما عاودروايتها مرارا مع تيقظه وضبط فوضح أنه لم يتهم بكذب أصلا ورأسا - والله أعلم -.

وفي الجملة اللفظة المنكرة في الحكاية عن البخاري هي أنه قال: "لا أعلم في الباب غير هذا الحديث" وهي من الحاكم في حال كتابته في علوم الحديث كما قدمناه (في كتب أحد عشرة فيها) وقد بينا أن الصواب أن البخاري إنما قال: " لا أعلم في الدنيا بهذا الإسناد غير هذا الحديث وهو كلام مستقيم" - والله أعلم -.

کہ اس آدمی کی اصل حقیقت یہ ہے،لہذا اس پر تہمت کا اطلاق اصلا درست ہی نہیں،اور نالفرض اگر اسکے متعلق ہم ابو علی کی بات کو تسلیم کر لیں،تو اس نے بھی اپنے کلام میں چند احادیث میں اسکے وہم کی طرف اشارہ کیا ہے،پھر امام حاکم نے انہیں دوبارہ بتایا کہ ان احادیث میں اگر اسے وہم

ہوا ہوتا تو اسکے تیقظ اور ضبط کے باوجود وہ انہیں بار بار روایت نہ کرتے،اس سے واضح ہو گیا کہ وہ کذب کی تہمت سے اصلا متہم نہیں،(بلکہ اس سے وہ بریٔ ہیں)

امام بخاری سے مروی حکایت میں جو منکر الفاظ ہیں وہ یہی: "لا أعلم في الباب غير هذا الحديث" کہ میں اس باب میں اس حدیث کے علاوہ دوسری کوئی حدیث نہیں جانتا،، ہیں،جن کے موجب امام حاکم ہیں کہ،،علوم الحدیث،، میں دوران کتابت ان سے یہ(وہما) سرزد ہو گئے ہیں،جیسا کہ پہلے ہم اسے واضح کر چکے ہیں،اور یہ بھی ہم نے واضح کیا کہ امام بخاری کے اصل الفاظ: " لا أعلم في الدنيا بهذا الإسناد غير هذا الحديث،، کہ میں اس سند کے ساتھ اس حدیث کے علاوہ کوئی دوسری حدیث نہیں جانتا،، یہ ہیں،اور یہ کلام (بلکل) درست اور صحیح ہے،واللہ اعلم،ایضا۔

مذکورہ بالا تفصیل سے ثابت ہوا کہ ابو حامد احمد بن حمدون ہر الزام سے بریٔ ہیں،نہ اس پر کسی قسم کی تہمت ثابت ہوتی ہے،اور نہ ہی امام ابوعلی کی ذکر کردہ احادیث میں اسکا وہم ثابت ہوتا ہے،جیسا کہ امام حاکم ان سے وہم کے سرزد ہونے کی تردید کر دی ہے،اور بالفرض اگر امام ابوعلی کی بات کو مان بھی لیا جائے تب بھی یہ وہم چند احادیث میں اس کے وہم کا ذکر ہے،اور اس قسم کے وہم سے شاذ و نادر ہی کوئی راوی بچا ہو،لہذا ان چند احادیث میں وہم سے کوئی راوی ضعیف نہیں بن جاتا،سو،، یہ امام اور حافظ،ایک ثقہ اور قابل اعتماد راوی ہیں،امام عراقی،اور ابوعلی کی رائے کسی طور بھی قبول اور منظور نہیں،

**حاصل کلام یہ ہوا کہ:** امام بخاری سے نقل کردہ اس حکایت کو ضعیف قرار دینا تحقیقی رو سے بلکل غلط ہے،،اس میں نہ کوئی مجہول الحال راوی ہے،اور نہ ہی کوئی متہم ہے،لہذا یہ حکایت بلکل

صحیح اور ثابت ہے،

هذا ماعندی، والله اعلم بالصواب۔